رسالتِ محمدیؐ پر ایمان ــــــــ مدارِ نجات

جناب حافظ صلاح الدین یوسف ☆

یہ عنوان، اپنے مفہوم کے اعتبار سے واضح ہے کہ نبی عربی محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے بغیر اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کو اختیار کیے بغیر بنی نوع انسان کی نجات ممکن نہیں اور عنوان منتخب کرنے والوں کے ذہنوں میں تو شاید اس نجات سے صرف اخروی نجات ہی مراد ہو۔ لیکن حقیقت میں دنیا کی تلخیوں اور مشکلات سے نجات بھی دامنِ رسالت محمدیہ سے وابستہ ہونے ہی میں ہے۔ یعنی آپ کی رسالت پر ایمان رکھنے والے ہی آخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار ہوں گے۔ قرآن کریم نے اسی اخروی سعادت کو ﴿و ذلک هو الفوز العظیم﴾ (۱) سے اور ان اہل ایمان و اہل سعادت کو ﴿و اولئک هم المفلحون﴾ (۲) سے تعبیر کیا ہے۔ اور دنیوی زندگی میں بھی خوش بختی و کامرانی، امن وسکون اور عافیت و بھلائی انہی لوگوں کے حصے میں آئے گی جو شریعت محمدیہ کے صحیح پیروکار اور دین اسلام کو مکمل طور پر اپنانے والے ہوں گے۔

اور یہ دعویٰ محض عقیدت ومحبت کی بنیاد پر نہیں ہے، صرف ایک مسلمان ہونے کے ناتے سے نہیں ہے اور کسی خوش فہمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد واضح حقائق اور ٹھوس دلائل ہیں، عقل و منطق کی میزان ہے اور تاریخ وواقعات کی کسوٹی ہے۔

آیئے، دلائل کی بنیاد پر اس دعوی کا تجزیہ کیجیے، عقل ومنطق کے تقاضوں پر اس کو پرکھیے اور تاریخ کے معیار سے اس کے غلط یا صحیح ہونے کا فیصلہ کیجیے۔ ذرا اس دعوے کے دلائل اور حقائق ملاحظہ فرمایئے:

☆ ایڈیٹر ماہنامہ ''الاعتصام''، لاہور

سب سے پہلی اور بنیادی چیز قرآن کریم کی صداقت اور اس کا منزل من اللہ ہونا ہے۔ قرآن کریم نے تو اپنی بابت دعویٰ کیا ہے کہ وہ اللہ کا نازل کردہ کلام ہے ﴿و انہ لتنزیل رب العالمین﴾(۳) ﴿ذلک الکتاب لاریب فیہ﴾(۴) یہ وہ کتاب ہے جس کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس کی صداقت کو پرکھنے کے لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین﴾(۵)

''اگر تم ہمارے بندے پر نازل شدہ قرآن کے بارے میں شک میں مبتلا ہو، تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنالاؤ، اور اللہ کے سوا تمہارے جتنے حمایتی ہیں، ان سب کو بلالو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو''

دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ام یقولون افتراہ، قل فأتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین﴾(۶)

''کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن وہ خود گھڑ لایا ہے؟ (اگر یہ سچ ہے) تو اس جیسی کوئی ایک سورت بنالاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکتے ہو، بلالو اگر تم سچے ہو''

اس کے ساتھ ساتھ قرآن نے یہ چیلنج بھی دیا:

﴿قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل ھذاالقرآن لایأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً﴾(۷) ''کہہ دیجیے! اگر سارے انس و جن اس قرآن کی مثل بنالانے کے لیے جمع ہو جائیں، تب بھی وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں''

۱۴ صدیاں گزر جانے کے باوجود، قرآن کریم کا یہ چیلنج تشنہ جواب ہے، بڑے بڑے فصحاء و بلغاء، ادباء و شعراء قرآن کریم کی نظیر بنانے سے قاصر رہے اور قاصر ہیں اور قاصر رہیں گے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں، انسانی فکر و کاوش کا اس میں دخل نہیں بلکہ یہ واقعی کلام الٰہی

ہے جو جبریل امین کے ذریعے سے پیغمبر اسلام کے قلب اطہر پر نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے میں اسے محفوظ کر دیا۔﴿نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین﴾(۸) ''اسے روح الامین لے کر نازل ہوئے، آپ کے دل پر، تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں، واضح عربی زبان میں''

﴿لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه و قرآنه فاذا قرأنه فاتبع قرآنه ☆ ثم ان علینا بیانه﴾(۹) ''آپ اس قرآن کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، اس کا آپ کے سینے میں جمع کر دینا اور اس کا پڑھ دینا ہمارے ذمے ہے۔ پس جب ہم اسے پڑھ لیں تو آپ اس پڑھنے کی پیروی کریں، پھر اس کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے''

جب اس قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا محقق اور ثابت ہو گیا، تو اس کا ماننا بھی لازم اور ضروری ہو گیا۔

دوسری حقیقت قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی کہ اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہی لیا ہے۔ فرمایا ﴿انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون﴾(۱۰) ''اس ذکر کے نازل کرنے والے ہم ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے''۔ یعنی اس کو دست برد زمانہ سے بچانا اور لفظی تحریف وتغیر سے محفوظ رکھنا بھی ہمارا کام ہے۔ چنانچہ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ قرآن کریم جس طرح اترا تھا، آج تک اسی طرح محفوظ ہے، اس میں کوئی کسی قسم کا تغیر کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ علاوہ ازیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے ''الذکر'' (نصیحت) یاد دہانی سے تعبیر فرمایا، جس کی بابت دوسرے مقام پر فرمایا﴿و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم و لعلهم یتفکرون﴾(۱۱) ''اے پیغمبر یہ ذکر ہم نے آپ کی طرف نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے لیے ان چیزوں کو وضاحت سے بیان کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی اور تا کہ وہ غور وفکر کریں''۔

اور اس ذکر (نصیحت اور یاد دہانی) کی تبیین وتشریح کی بابت بھی اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی ہماری ہی سکھلائی اور بتلائی ہوئی ہے﴿ثم ان علینا بیانه﴾(۱۲) ''اور اس کا بیان بھی ہمارے

ذمے ہے"

جب یہ قرآن مجید اور اس کا بیان (تشریح وتوضیح نبوی) دونوں منجانب اللہ ہیں تو دونوں ہی کی حفاظت اللہ کے ذمے ہوئی۔ اور یہ بیان کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تابندہ نقوش اور آپ کے فرمودات گرامی ہیں جن میں اپ نے اپنے قول یا عمل کے ذریعے سے قرآن مجید کے مجملات کی تفصیل، اس کے عمومات کی تخصیص اور اس کے اطلاقات کی تقیید فرمائی ہے۔ اسی تبیین رسول کو حدیث کہا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کے متن کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی تشریح، حدیث رسول، کی بھی اس طرح حفاظت فرمائی کہ تکوینی طور پر محدثین کرام اور نقادان حدیث کا ایسا عظیم گروہ پیدا فرمایا، جس نے نہایت محنت اور جانکاہی سے ذخیرہ احادیث کو نہ صرف جمع کیا، بلکہ اس کو جانچنے اور پرکھنے کے ایسے اصول وقواعد وضع کیے، جن میں فن اسماء الرجال اور مصطلحات حدیث، سرفہرست ہیں، کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس محیر العقول فن اور محنت نے مل کر حدیث کی حفاظت کا اہم فریضہ اس طرح انجام دیا کہ اس مشیت الٰہی کے تکوینی انتظام کے علاوہ کسی اور نام سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

بہر حال یہ موضوع الگ اور بہت تفصیل طلب ہے، یہاں اس کی طرف اشارہ کرنے سے مقصود صرف اس پہلو کی وضاحت کرنا ہے کہ قرآن مجید اور اس کی نبوی تشریح وتوضیح ان دونوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حدیث رسول کے بغیر قرآن کو سمجھا ہی نہیں جا سکتا اور جب سمجھا ہی نہیں جا سکتا تو اس پر عمل کیسے کیا جا سکتا ہے؟

اب اس پر غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کی حفاظت کس لیے فرمائی ہے؟ محض اس لیے کہ تمام انسان ان میں بیان کردہ باتوں کو تسلیم کریں، ان میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ کریں اور جب یہ بات ثابت ہے کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی ہے تو عقل ومنطق کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان قرآن وحدیث پر ایمان لائیں اور ان سے انحراف نہ کریں۔

اور جب یہ واقعہ ہے تو اس کی روشنی میں پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی حیثیت اور آپ کی شان واضح اور متعین ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ آپ کی رسالت و نبوت، سابقہ تمام انبیاء و رسل کے مقابلے میں ایک امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔

۱۔ پچھلے تمام انبیاء ایک محدود علاقے یا مخصوص قوم کے لیے مبعوث ہوتے رہے، اسی لیے ان کی مخاطب صرف ان کی قوم ہی ہوتی تھی۔

۲۔ ان کا زمانہ نبوت بھی محدود ہوتا تھا، کچھ عرصہ گزر جانے پر ایک نیا نبی اور نیا رسول آ جاتا تھا۔

۳۔ جب ان کے مخاطبین بھی مخصوص ہوتے تھے اور ان کا عرصہ نبوت بھی محدود، تو ان کو جو شریعت ملتی تھی، اس کی تعلیمات میں بھی وسعت و عالم گیریت کی بجائے محدودیت ہوتی تھی۔

ان کے مقابلے میں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ عظمت شان عطا فرمائی کہ آپ کو کسی مخصوص علاقے یا قوم کے لیے نبی نہیں بنایا، بلکہ آپ کو تمام انسانوں کا ہادی اور رہنما بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وما ارسلنک الا کافة للناس بشیرا و نذیرا﴾(۱۳)

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے''۔

﴿تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیرا﴾(۱۴)

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے فرقان اپنے بندے پر نازل کی تاکہ وہ جہانوں کو ڈرانے والا ہو''۔ اپنے پیغمبرؐ کی زبان مبارک سے کہلوایا:

﴿قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا الذی له ملک السموات والارض لا اله الا هو یحیی و یمیت فآمنوا بالله و رسوله النبی الامی الذی یؤمن بالله و کلمته و اتبعوه لعلکم تهتدون﴾(۱۵)

اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

''کان النبی یبعث إلی قومه خاصة و بعثت الی الناس عامة''(۱۶)

''پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں''

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں

''كان كل نبى يبعث الى قومه خاصة و بعثت الى كل احمر و اسود''(۱۷)

''ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے ہر احمر و اسود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے''

آپ کا دوسرا شرف و امتیاز یہ ہے کہ آپ پر نبوت کا خاتمہ فرما دیا گیا ہے، یعنی جس طرح آپ کی بعثت خاصہ نہیں، بلکہ بعثت عامہ ہے، اسی طرح آپ کی نبوت کا عرصہ بھی محدود نہیں، بلکہ قیامت تک ہے۔ اور یہ آپ کی بعثت عامہ کا لازمی تقاضا ہے۔ قرآن مجید میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين﴾(۱۸)

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں''

خاتم، مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل ہی ہوتا ہے یعنی آپ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ فرما دیا گیا ہے، آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نبی نہیں، دجال و کذاب ہوگا، احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس پر پوری امت مسلمہ کا اجماع و اتفاق ہے۔

جھوٹی نبوتوں پر ایمان رکھنے والے خاتم النبیین کی بھی ایسی دور از کار تاویل کر کے اسی لفظ سے، جو ختم نبوت پر نص قاطع ہے، سلسلہ نبوت کے جاری رہنے کا بزعم خویش اثبات کرتے ہیں۔ ان کی یہ تاویل ایسی ہی ہے جس کے متعلق علامہ اقبال نے کہا:

ولے تاویل شان در حیرت انداخت　　　خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را　(۱۹)

ان کی یہ رکیک اور بے معنی تاویل حدیث رسول سے بھی باطل قرار پاتی ہے۔ نبی ﷺ نے

اپنے فرمان میں خاتم النبیین کے معنی واضح فرما دیئے ہیں۔آپ نے فرمایا:

''و انه سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلهم یزعم انه نبی و انا خاتم النبیین ، لانبی بعدی''(۲۰)

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا:

''ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی ، کمثل رجل بنیٰ بیتا فاحشة و اجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به و یعجبون له و یقولون ، هلا وضعت هذه اللبنة ؟ قال فانا اللبنة و انا خاتم النبیین''(۲۱)

آپ کا تیسرا اشرف و امتیاز یہ بھی ہے اور یہ آپ پر ختم نبوت کا لازمی تقاضا بھی ہے کہ آپ پر دین اسلام کی تکمیل فرما دی گئی،اور اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا

﴿الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا﴾(۲۲)

''اور آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا''

اور یہ ایک واضح اور منطقی بات ہے کہ جب آپ کی نبوت کسی مخصوص قوم یا مخصوص علاقے کے لیے نہیں ، بلکہ پورے بنی نوع انسان کے لیے ہے،علاوہ ازیں آپ نبوت کے سلسلۃ الذھب کی آخری کڑی ہیں ، آپ کے بعد کسی اور نبی نے بھی نہیں آنا تھا،تو آپ کو دین بھی وہ عطا کیا جاتا جو ہر لحاظ سے مکمل ہوتا جس میں عالم گیریت کی شان بھی ہوتی اور ابدیت کی خوبی بھی ۔الحمدللہ اسلام میں یہ شان اور خوبی ہے ۔اس میں تمام انسانوں کی ہدایت کا سامان ہے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی علاقے میں آباد ہوں ۔اور اس کے اصول بھی ابدی اور نا قابل تغیر ہیں لیکن وہ احوال وحوادث کے تغیرات کے باوجود قابل عمل ہیں ،ان میں تبدیلی کی ضرورت نہیں ۔آج بہت سے لوگ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ سائنس نے بڑی ترقی کر لی ،حالات وظروف میں بڑی تبدیلیاں آ گئی ہیں ،اس لیے اسلامی تہذیب واقدار

کے مقابلے میں مغربی تہذیب و اقدار کو اپنائے بغیر چارہ نہیں یہ ان کی بہت بڑی بھول اور بہت بڑا مغالطہ ہے، حالانکہ تہذیبی اقدار اور تمدنی روایت ایک الگ چیز ہے اور سائنسی ترقی اور تمدنی سہولتوں میں اضافہ، الگ چیز۔ اس سائنسی ترقی اور تمدنی سہولتوں میں اضافے کا تعلق علم وفن اور محنت وجدوجہد سے ہے، اس کا اسلام کے کسی بھی اصول اور ضابطے سے ٹکراؤ نہیں ہے، بلکہ اس کی حوصلہ افزائی اور تائید ہی ہے۔ ہم اپنی اسلامی تہذیب واقدار پر قائم رہتے ہوئے اور مغرب کی حیاباختہ تہذیب سے دامن کشاں رہ کر، اگر ترقی کرنا چاہیں تو اسی طرح ترقی کر سکتے ہیں جس طرح مغرب نے کی ہے اور مسلسل کر رہا ہے۔ ہماری تہذیب روایات و اقدار قطعاً اس میں رکاوٹ نہیں ہیں اور نہ اس میں ہمیں مغربی تہذیب کی نقالی ہی کی کوئی ضرورت ہے، کیونکہ اس حیاباختگی کا کوئی تعلق علم وفن، امانت ودیانت اور محنت وکاوش سے نہیں ہے، جب کہ سائنسی اور مادی ترقی کے لیے انہی خوبیوں کی ضرورت ہے نہ کہ حیاباختہ تہذیب کو اپنانے کی۔

علامہ اقبالؒ، جنہوں نے خود مغرب میں رہ کر ہر چیز کا مشاہدہ کیا تھا، وہ یورپ کی ترقی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوت مغرب نہ از چنگ و رباب　　نے ز رقصِ دختران بے حجاب
نے ز ساحران لالہ روست　　نے زعریاں ساق و نے از قطع موست
محکمی او نہ از لادینی است　　نے فروغش از خط لاطینی است
قوت افرنگ از علم وفن است　　از ہمیں آتش چراغش روشن است
حکمت از قطع و بریدِ جامہ نیست　　مانعِ علم و ہنر عمامہ نیست (۲۳)

بہر حال میرا موضوع اس وقت یہ نہیں ہے، یہ تو ضمناً مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات کے طور پر نوک زبان پر آگئی ہے۔ بات یہ ہو رہی تھی کہ جب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو یہ شرف و امتیاز، یہ شان اور فضیلت عطا کی گئی کہ آپ کو تمام انسانوں کا ہادی و رہنما بنایا گیا، آپ ہی کی نبوت کو قیامت تک باقی رکھا گیا اور آپ کی تعلیمات میں عالم گیریت اور ابدیت یعنی کاملیت کو سمو دیا

گیا ہے،تو یہ سارا اہتمام اسی بات کو واضح کرتا ہے کہ قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لیے نجات کا کوئی راستہ ہے تو وہ وہی راستہ ہے جسے آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا،اسی دین میں نجات ہے جو قرآن وحدیث میں محفوظ ہے اور نہی تعلیمات کے اپنانے میں ہے جن کے مجموعے کا نام دین اسلام اور اسوۂ حسنہ ہے۔

عقل ومنطق کا تقاضا بھی یہی ہے اور خالقِ کائنات کا اعلان بھی یہی۔اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں فرمایا

﴿ان الدین عند اللہ الاسلام﴾(۲۴)

''میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کرلیا''

﴿و من یبتغ غیر الا سلام دینا فلن یقبل منه و هو فی الآخرة من الخاسرین﴾(۲۵)

''جو اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا،وہ ہرگز مقبول نہیں ہوگا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا''

اور نبی آخرالزماں ﷺ نے بھی فرمایا:

''و الذی نفس محمد بیده لا یسمع بی احد من هذه الامة یهودی و لا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی ارسلت به الا کان من اصحاب النار''(۲۶)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے،میری امت میں سے جس نے بھی میرا نام سنا،وہ یہودی ہو یا نصرانی،پھر وہ میری رسالت پر ایمان لائے بغیر ہی مرگیا تو وہ جہنمیوں میں سے ہوگا''

اس حدیث میں امت سے مراد،امت دعوت ہے،یعنی قیامت تک آنے والے انسان۔ کیونکہ آپ تمام انسانوں کے لیے نبی ہیں،اس لیے تمام انسان آپ کی امت ہیں۔لیکن کون سی امت؟ امتِ دعوت،یعنی آپ کی دعوت کی مخاطب امت۔اور یہ قیامت تک آنے والے انسان ہیں،

چاہے ان کا تعلق کسی بھی مذہب، نظریہ اور ازم سے ہو۔ یہودی اور عیسائی کا نام تو مثال کے طور پر ہے، ورنہ مراد ہر غیر مسلم ہے۔ علاوہ ازیں یہودی اور نصرانی کا نام لینے میں یہ عظیم حکمت ہے کہ جب یہودی اور نصرانی کہلانے والوں کی نجات بھی رسالت محمدیہ کے تسلیم کر لینے ہی میں ہے تو دوسرے کب مستثنیٰ ہوں گے۔ حالانکہ یہ دونوں آسمانی مذاہب کے ماننے والے اور آسمانی کتابوں کے حامل ہیں، اسی لیے قرآن کریم میں انہیں اھل الکتاب کہا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپ کی رسالت کو تسلیم نہیں کریں گے، تو ان کی بھی نجات ممکن نہیں، کیونکہ نزولِ قرآن کے بعد، پچھلی تمام کتبِ سماویہ منسوخ ہو گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد سب نبیوں کی نبوتیں ختم ہو گئیں۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا و ادرک نبوتی لا تبعنی'' (۲۷)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، اگر موسیٰ تمہارے لیے ظاہر ہو جائیں اور تم ان کی پیروی شروع کر دو اور مجھے چھوڑ دو تو تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت پا لیتے، تو ان کے لیے بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہیں ہوتا''

پھر رسالت محمدیہ پر ایمان صرف اخروی نجات ہی کے لیے ضروری نہیں، بلکہ دنیوی خوشحالی کا حصول بھی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کی سب سے بڑی دلیل مغرب اور یورپ کا ترقی یافتہ معاشرہ ہے۔ یہ ممالک سائنسی اور مادی ترقی میں بامِ عروج پر پہنچے ہوئے ہیں، وہاں مال و دولت کی فراوانی اور تمدنی سہولتوں کی خوب ارزانی ہے، لیکن وہاں کا انسان حقیقی امن و سکون سے عاری ہے، روح کی سیرابی سے وہ محروم ہے۔ اس تشنگی اور محرومی ایمان نے اسے حیوان اور درندہ صفت بنا دیا ہے۔ چنانچہ امریکہ جیسے انتہائی ترقی یافتہ ملک میں ایک مرتبہ بجلی چلے جانے سے جو قیامت وہاں برپا ہوئی تھی اور جو لوٹ مار مچی تھی، باخبر حلقوں سے وہ مخفی نہیں اور اسی امریکی قیادت میں عالمی اتحاد نے افغانستان میں جس چنگیزیت کا مظاہرہ کیا ہے وہ تو ابھی کل کی بات بلکہ ہم ہی پر بیتی ہوئی نہایت الم ناک داستان ہے۔

بقول علامہ اقبال:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا　　اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا　　آج تک فیصلہ نفع وضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا　　زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

اور اس کی وجہ بھی علامہ مرحوم نے بیان فرمائی ہے

وہ قوم کہ فیضان سماوی سے ہو محروم　　حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

ہمارے ایک اور اسلامی شاعر، ماہر القادری مرحوم نے بھی کہا

یہ ایجادات کی دھن، بے یقینی کی فراوانی　　مبارک؟ اہل مغرب کو نگاہ ودل کی ویرانی
خشیت کی جھلک جن میں نہ ایمان کی چمک جن میں　　تو ایسی کوششوں کا صرف حاصل ہے پشیمانی
یہ قزاقی، یہ سفاکی، یہ صیادی، یہ جلادی　　اسی کا نام رکھ چھوڑا ہے آئین جہاں بانی
وہ شبنم، آہ جس کے آگ کے شعلے نگہباں ہوں　　وہ گلہ ہائے جس کی بھیڑیے کرتے ہوں چوپانی
تباہی نسل انسانی کی اب دیکھی نہیں جاتی　　ضرورت ہے کہ پھر سے عام ہوں افکارِ قرآنی
اس تہذیب کی شیشہ گری کو ختم کرنا ہے　　کہ جس تہذیب میں ہو "آرٹ" کی معراج عریانی
بجھا دو! ہاں بجھا دو ہر چراغِ محفلِ عشرت　　الٹ دو! ہاں الٹ! دو ہر بساطِ عیش سامانی

اس کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ مسلمان ممالک بھی چونکہ اپنے مذہب اسلام کو نافذ نہیں کر رہے ہیں اور ان میں بھی مغربی قوانین یا ان کا چربہ ہی نافذ ہے، اس لیے وہاں بھی بدامنی اور قتل وغارت گری عام ہے، جس کا ایک بدترین نمونہ ہمارا ملک پاکستان بھی ہے۔ اسلامی ممالک میں صرف سعودی عرب ہے جہاں اسلام کی حدود نافذ ہیں اور اسلام کی کچھ حکمرانی قائم ہے۔ تو وہاں کا معاشرہ امن وسکون کے اعتبار سے پوری دنیا میں ایک مثالی اور نہایت قابل رشک معاشرہ ہے۔ اس کی ایک دوسری مثال افغانستان میں طالبان کا پانچ سالہ دورِ حکومت ہے جس میں غربت و ناداری کے باوجود، محض اسلامی حدود کے نفاذ کی برکت سے، مثالی امن قائم رہا۔ اب افغانستان میں پھر وحشت

وبربریت کا کاراج ہے۔

اسلامی ممالک کی یہ صورت حال بھی اس بات کے اثبات کے لیے کافی ہے کہ اخروی نجات ہی نہیں، بلکہ دنیوی سعادت کا مدار بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے نظام کے اپنانے ہی میں ہے، جن اسلامی ممالک نے انہیں اپنایا ہے وہ پر امن معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہیں اور جو محض سیرت کانفرنسیں منعقد کرنے کی حد تک ہی اسلام کو ماننے اور باقی ہر وقت منافقانہ بلکہ باغیانہ طرز عمل اختیار کیے رکھتے ہیں، وہ ہر لحاظ سے ناکام ہیں، وہ سیاسی ابتری کا بھی شکار ہیں اور معاشی بدحالی کا بھی، وہ بدانتظامی و بداخلاقی میں بھی مبتلا ہیں اور بدامنی و بے سکونی میں بھی، ذلت وادباران کا مقدر بنا ہوا ہے اور دریوزہ گری ان کا شعار ہے۔

حالانکہ نبی ﷺ کو جو مقام وفضیلت اور مرتبت وشان عطا کی گئی ہے، اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ امتِ مسلمہ علمی دلائل سے بھی دنیائے انسانیت کو اسلام کی حقانیت وصداقت سے قائل کرتی اور اپنے عمل سے بھی اسلام کا سچا نمونہ پیش کر کے ہر شعبہ زندگی میں اسلامی تعلیمات کی برتری اور اسی میں انسانیت کی نجات کے انحصار کو ثابت کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کا مقام ومنصب بھی یہی متعین کیا تھا۔ ﴿و کذلک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداء على الناس﴾(۲۹)

اور ﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تؤمنون بالله﴾(۳۰)

اس میں اسی مقام ومنصب اور اس کے تقاضوں کا بیان وتذکرہ ہے۔ مگر افسوس مژدہ بادا ے مرگ، عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے___ والی بات ہے، ہماری غفلت، بے عملی وبدعملی اور زبوں حالی کا وہی حال ہے جو آج سے تقریباً ایک صدی قبل مولانا حالی نے بیان کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے
بھنور میں جہاز آ کے جس کا گھرا ہے

کنارہ ہے دور اور طوفاں بپا ہے
گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے

نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی
پڑے سوتے ہیں، بے خبر اہل کشتی

گھٹا سر پر ادبار کی چھا رہی ہے   فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے   چپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے

کہ کون تھے، آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

پر اس قومِ غافل کی غفلت وہی ہے   تنزل پہ اپنے قناعت وہی ہے
ملے خاک میں پر رعونت وہی ہے   ہوئی صبح اور خوابِ راحت وہی ہے

نہ افسوس انہیں اپنی ذلت پہ ہے کچھ
نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ

بہر حال ضروت ہے کہ مسلمان اپنا مقام و منصب بھی سمجھیں اور اس ذمے داری کو بھی، جو اس مقام کا لازمی تقاضا ہے۔ بقول علامہ اقبال:

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا، شجاعت کا   لیا جائے گا تجھ سے کام قوموں کی امامت کا

علامہ اقبال مزید فرماتے ہیں:

ناموسِ ازل را تو امینی تو امینی   دارائے جہاں را تو یساری تو یمینی
اے بندۂ خاکی تو زمانی تو زمینی   صہبائے یقیں درکش و از دیر گماں خیز

از خوابِ گراں، خوابِ گراں، خوابِ گراں خیز
از خوابِ گراں خیز

فریاد ز افرنگ و دل آویزی افرنگ   فریاد ز شیرینی و پرویزی افرنگ
عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزی افرنگ   معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

از خوابِ گراں، خوابِ گراں، خوابِ گراں خیز
از خوابِ گراں خیز

☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ التوبہ/۱۱۱
۲۔ البقرۃ/۵
۳۔ الشعراء/۱۹۲
۴۔ البقرۃ/۲
۵۔ البقرۃ/۵
۶۔ یونس/۳۱
۷۔ بنی اسرائیل/۸۸
۸۔ الشعر: ۱۹۳/۲۰۔۱۹۵
۹۔ القیامۃ/۱۶۔۱۹
۱۰۔ الحجر/۹
۱۱۔ النحل/۴۴
۱۲۔ القیامۃ/۱۹
۱۳۔ السبا/۲۸
۱۴۔ الفرقان/۱
۱۵۔ الاعرف/۱۵۸
۱۶۔ بخاری، محمد اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب التیمم، حدیث ۳۳۵

۱۷۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب المساجد، حدیث ۵۲۱

۱۸۔ الاحزاب/۴۰

۱۹۔ ارمغانِ حجاز

۲۰۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ۴۳، حدیث ۲۲۱۹

۲۱۔ بخاری، محمد اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، حدیث ۳۵۳۵

۲۲۔ المائدۃ/۳

۲۳۔ جاوید نامہ

۲۴۔ المائدۃ/۳

۲۵۔ آل عمران/۸۵

۲۶۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث ۱۵۳

۲۷۔ امام، دارمی، السنن الدارمی، باب الاعتصام، حدیث ۱۹۴، مشکوۃ، باب الاعتصام، حدیث ۱۹۴

۲۸۔ ضربِ کلیم

۲۹۔ البقرۃ/۱۴۳

۳۰۔ آل عمران/۱۱۰

۳۱۔ پیام مشرق